سیرت النبی ﷺ مصنفہ شبلیؒ کا تحقیقی جائزہ

محمد عارف عمری

مسلمانون کو اپنے ہادی ورہبر پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عقیدت ومحبت اور والہانہ تعلق ہے، اس کی بنا پر ہر دور میں سیرت رسولؐ ان کا محبوب اور پسندیدہ موضوع رہا ہے۔ اور مسلمانوں پر ہی موقوف نہیں دوسری قوموں کو بھی آپؐ کی عظمت وجلالت کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا ان کے دانشوروں اور مصنفوں نے بھی سیرت نگاری کو اپنا موضوع بنایا، مشہور مستشرق مارگیولیوتھ لکھتا ہے:

محمد (ﷺ) کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے، لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر ہے(۱)

اس کے باوجود اس اظہار میں کوئی مبالغہ نہیں کہ شمس العلماء علامہ شبلی نعمانیؒ کی شہرہ آفاق تصنیف ''سیرت النبی ﷺ'' متعدد انفرادی خصوصیات کی بنا پر سیرت کے پورے ذخیرہ کتب میں نمایاں حیثیت کی حامل ہے، ذیل میں اس کتاب کے بعض ایسے خصائص ومزایا کا ذکر کیا جاتا ہے جن کو مولانا شبلیؒ کی اولیات میں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ علم کلام کی حیثیت سے سیرت کی تالیف: یورپ میں علوم جدیدہ کے فروغ کے بعد فن تاریخ اور سیرت نگاری میں اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں، مستشرقین کی جماعت نے انہی علوم کی روشنی میں تاریخ اسلامی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہؐ پر بے بنیاد الزامات کی ایسی یلغار شروع کر دی کہ محسوس ہونے لگا کہ مسلمان علماء اور دانشور اس سیل رواں کے آگے مجبور اور بے بس ہو گئے ہیں۔ ایسی نازک گھڑی میں بقول علامہ سید سلیمان ندویؒ:

ایسے ہوش مند حریفوں کے مقابلہ کیلئے ساری دنیائے اسلام میں سے جو شیر دل اسلام کی صف میں سے سب سے پہلے نکلا، وہ شبلی نعمانی ہی تھا، جنھوں نے ان ہی کے طریقہ سے ان ہی کے اسلوب پر جواب دینا شروع کیا اور بتایا کہ اسلام کی فیض وبرکت کی ہواؤں نے دنیا کے علم وتمدن کی بہار کو کیسے دوبالا کیا(۲)

''سیرت النبی کی سب سے بنیادی خصوصیت یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محض ایک سادہ سوانح عمری نہیں ہے بلکہ اس میں آپؐ کی سیرت طیبہؐ کی تفصیل بیان کر کے دراصل اسلام کی تعلیمات وحقائق کوعلم کلام کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ مولانا شبلی فن سیرت وسوانح کو خالص شخصی حالات وواقعات کا مجموعہ نہیں گردانتے بلکہ وہ اس فن کو شخصیت کے جلوہ میں رونما ہونے والے واقعات کی مفصل کیفیت اوران کے اسباب ونتائج کونمایاں کرنے والا ایک جامع فلسفہ قرار دیتے ہیں، اور یہی خصوصیت ان کے اور دوسرے سیرت نگاروں کے درمیان حدفاصل کا درجہ رکھتی ہے۔
مولانا شبلی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علوم وفنون کی صف میں سیرت (بائیوگرافی) کا ایک خاص درجہ ہے، حالات زندگی بھی حقیقت شناسی اور عبرت پذیری کیلئے دلیل راہ ہیں، چھوٹے سے چھوٹا بھی کیسی عجیب خواہش رکھتا ہے، کیا کیا منصوبے باندھتا ہے، اپنے چھوٹے سے دائرۂ عمل میں کس طرح آگے بڑھتا ہے، کیوں کر ترقی کے زینوں پر چڑھتا ہے، کہاں کہاں ٹھوکریں کھاتا ہے، کیا کیا مزاحمتیں اٹھاتا ہے، تھک کر بیٹھ جاتا ہے، ستاتا ہے اور آگے بڑھتا ہے، غرض سعی وعمل، جدوجہد، ہمت وغیرت کی عجیب وغریب نیرنگیاں سکندر اعظم کا کارنامہ زندگی میں موجود ہے، بعینہ یہی منظر ایک غریب مزدور کے عرصہ حیات میں بھی نظر آتا ہے۔ اس بنا پر سیرت وسوانح کا فن عبرت پذیری اور نتیجہ رسی کی غرض سے درکار ہے تو شخص کا سوال نظر انداز ہوجاتا ہے کہ حالات وواقعات جو ہاتھ آتے ہیں وہ کس استقصاء وتفصیل کے ساتھ ہاتھ آتے ہیں تاکہ مراحل زندگی کی تمام راہیں اوران کے پیچ وخم ایک ایک کرکے نظر کے سامنے آجائیں، لیکن اگر خوش قسمتی سے فرد کامل اور استقصائے واقعات دونوں باتیں جمع ہوجائیں تواس سے بڑھ کر اس فن کی کیا خوش قسمتی ہوسکتی ہے(۳)

چونکہ ''سیرۃ النبیؐ'' سے پہلے کی عام تصنیفات سیرت واقعہ نگاری پر مشتمل ہوتی تھیں اور پہلی مرتبہ مولانا شبلی نے اس طرز کہن کو ترک کو کرکے خالص علمی انداز میں سیرت کی تالیف کی اس لئے وہ اس کا سبب بھی بیان کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

اگلے زمانے میں سیرت کی ضرورت صرف تاریخ اور واقعہ نگاری کی حیثیت سے تھی، علم کلام سے اس کو واسطہ نہ تھا، لیکن معترضین حال کہتے ہیں کہ اگر مذہب خدا کے اعتراف کا نام ہے تو بحث یہیں تک رہ جاتی ہے، لیکن جب اقرار نبوت بھی جزء مذہب ہے تو یہ بحث پیش آتی ہے کہ جو شخص

حامل وحی اور سفیر الٰہی تھا اس کے حالات، اخلاق اور عادات کیا تھے'' (۴)
حاصل یہ کہ ''سیرۃ النبیؐ'' کی حیثیت مولانا شبلی کی نظر میں محض ایک کتاب کی نہ تھی بلکہ سیرۃ نبوی کے معترضین اور نکتہ چینوں کے لئے یہ وقت کے علم کلام کی ایک ضرورت تھی اور اس کے ذریعہ سے کلمۂ اسلام کے دوسرے جز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تفسیر وتشریح مقصود تھی۔
اس ضمن میں مولانا نے یورپ کے سیرت نگاروں کی تحریروں کا تنقیدی وتحقیقی جائزہ بھی لیا جنھوں نے علم وتحقیق اور معروضیت کے نام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کو متہم ومجروح کرنے کی مہم چلا رکھی تھی اور جن کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں سے مسلمانوں کا بھی ایک بڑا طبقہ متاثر اور مرعوب ہو رہا تھا۔ مولانا لکھتے ہے:
یورپ کے مورخین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اخلاقی تصویر کھینچتے ہیں وہ نعوذ باللہ ہر قسم کے معائب کا مرقع ہوتی ہے، آج کل مسلمانوں کو جدید ضرورتوں نے عربی علوم سے بالکل ... کر دیا ہے، اس لئے اس گروہ کو اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور سوانح دریافت کا شوق ہوتا ہے تو انہی یورپ کی تصانیف کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، اس طرح یہ زہر اثر معلومات آہستہ آہستہ اثر کر جاتی ہے اور لوگوں کو خبر تک نہیں ہوتی، یہاں تک کے ملک میں ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو محض ایک مصلح سمجھتا ہے جس نے اگر مجمع انسانی میں کوئی اصلاح کر دی تو اس کا فرض ادا ہو گیا، اس بات سے اس کے منصب نبوت میں فرق نہیں آتا کہ اس کے دامن اخلاق پر معصیت کے دھبے بھی ہیں(۵)
غرض یہی وجوہ تھیں جن کی بنا پر اس دور میں ''سیرت النبیؐ'' جیسی ایک علمی کتاب کی شدید ضرورت تھی، مولانا شبلی کے الفاظ میں:
''یہ ضرورت صرف اسلامی یا مذہبی ضرورت نہیں بلکہ ایک اخلاقی ضرورت ہے، ایک تمدنی ضرورت ہے، ایک ادبی ضرورت ہے، اور مختصر یہ کو مجموعہ ضروریات دینی ودنیوی ہے'' (۶)
۲۔ کتب وروایات سیرت کی تنقیح: ''سیرۃ النبی ﷺ'' کی دوسری اور نہایت اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب میں فن سیرت کی بنیادی کتابوں اور ان کی روایتوں کی تنقیح اور راویوں کی جرح وتعدیل کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں سیرت ومغازی کا علم، حدیث سے الگ تصور کیا جاتا تھا اس لئے عام طور اس کی روایتوں میں علم حدیث کی کتابوں

کی طرح شدت احتیاط ملحوظ نہیں رکھی جاتی تھی، جس کی بنا پر اس فن میں ہر طرح کی روایتیں شامل ہو گئیں، مولانا شبلی نے اس کی وضاحت یوں کی ہے:

''سیرت کی کتابوں کی کم پایگی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تحقیق اور تنقید کی ضرورت صرف احادیث احکام کے ساتھ مخصوص کر دی گئی، یعنی وہ روایتیں تنقید کی زیادہ محتاج ہیں جن سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں، باقی جو روایتیں سیرت اور فضائل سے متعلق ہیں ان سے تشدد اور احتیاط کی چنداں حاجت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ مناقب اور فضائل اعمال میں کثرت سے ضعیف روایتیں شامل ہو گئیں اور بڑے بڑے علماء نے اپنی کتابوں میں ان روایتوں کو درج کرنا جائز سمجھا'' (۷)

جس طرح امام بخاری و مسلم نے یہ التزام کیا ہے کہ کوئی ضعیف حدیث بھی اپنی کتاب میں درج نہ کریں گے اسی طرح سیرت کی تالیف میں کسی نے یہ التزام نہیں کیا ہے۔ آج بیسیوں کتابیں قدماء سے لے کر متاخرین تک موجود ہیں، مثلاً سیرت ابن ہشام، سیرت ابن سید الناس، سیرت دمیاطی حلبی، مواہب لدنیہ کسی میں یہ التزام نہیں ہے (۸)

واقعہ یہ ہے کہ کتب سیرت سے ان ہی غیر مستند اور نا قابل اعتبار راویوں کا سہارا لے کر مغربی مصنفین نے سیرت طیبہ پر حسن نے اور رکیک حملے کئے ہیں، بقول مولانا شبلی:

''یورپ کے اکثر مورخین نے آنحضرتؐ کے معیار اخلاق پر جو حرف گیریاں کی ہیں ان کا کل سر سبد یہی روایتیں ہیں'' (۹)

ان روایتوں کی تحقیق و تفتیش کیلئے مولانا شبلی نے ''سیرۃ النبی ﷺ'' میں کتب سیرت کی روایتوں اور ان کے راویوں کے بارے میں فن حدیث کے طرز پر تنقید و تحقیق کا معیار قائم کیا، جس کیلئے انہوں نے سیرت ابن ہشام، ابن سعد، اور تاریخ طبری کے راویوں کے سیکڑوں ناموں کا انتخاب کر کے اسماء الرجال کی کتابوں سے ان کی جرح و تعدیل کا نقشہ تیار کیا تاکہ جس روایت کی تحقیق مقصود ہو بہ آسانی کی جا سکے، اور روایات سیرت کے اخذ و قبول کے لئے مندرجہ ذیل اصول متعین کئے:

۱۔ کتب سیرت محتاج تنقیح ہیں اور ان کی روایات و اسناد کی تنقید لازم ہے

۲۔ سیرت کے واقعات میں سلسلہ علت و معلول کی تلاش نہایت ضروری ہے (۱۰)

۳۔ سیرت کی روایتیں زیادہ تر جن لوگوں سے مروی ہیں، مثلاً سیف، سری، ابن سلمہ، ابن نجیح عموماً

ضعیف الروایہ ہیں، اس لئے عام اور معمولی واقعات میں ان کی شہادت کافی ہے، لیکن وہ روایات جن پر مہتم بالشان مسائل کی بنیاد قائم ہے ان کیلئے یہ سرمایہ بیکار ہے(۱۱)

۳۔قرآن مجید اور کتب احادیث سے اسناد: سیرت النبیؐ سے پہلے سیرت کی عام کتابوں میں قرآن مجید یا کتب حدیث کو حالات وواقعات کا ماخذ قرار دینے کا التزام نہ تھا، پروفیسر مارگیولیتھ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی کتاب "محمدؐ" میں مسند احمد کو مرجع بنایا ہے، مگر مولانا شبلی نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کو سیرت کا بنیادی اور اہم ماخذ قرار دیا۔ چنانچہ غزوہ بدر کے بیان میں مولانا نے قرآن مجید کی تائیدی شہادت کی بنا پر تمام ارباب سیر سے الگ موقف اختیار کیا ہے۔ اسی طرح ارباب سیر اور محدثین چونکہ دو مقابل سمجھے گئے ہیں اس لئے ایسے واقعات میں جہاں دونوں کے بیان علیحدہ ہوتے ہیں سیرت نگاروں نے احادیث کی صحیح اور مستند روایتوں کو محض اس بناپر نظر انداز کر دیا ہے کہ یہ سب ارباب سیر کے خلاف ہیں۔ مولانا شبلی نے اس غیر مناسب طریقہ کار کو بھی ترک کر کے یہ متوازی اصول مقرر کیا کہ

جو واقعات بخاری ومسلم وغیرہ میں مذکور ہیں ان کے مقابلہ میں سیرت یا تاریخ کی روایت کی کوئی ضرورت نہیں(۱۲)

اس سلسلہ میں عہد صحابہ سے لیکر کبار محدثین تک کے اقوال کی روشنی میں مولانا نے سیرت نگاری کا یہ ضابطہ مرتب کیا کہ:

سب سے پہلے واقعہ کی تلاش قرآن مجید میں، پھر احادیث صحیحہ میں، پھر عام احادیث میں کرنی چاہئے، اگر نہ ملے تو روایات سیرت کی طرف توجہ کی جائے۔ (۱۳)

اس میں شبہ نہیں کہ کتب احادیث میں واقعہ کی تلاش وتحقیق ایک طویل اور وقت طلب کام ہے اور باوجودیکہ مولانا شبلی کے زمانے میں علم حدیث کی بہت سی اہم کتابیں زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی تھیں مگر اس کے باوجود مولانا نے واقعات کا ایک بڑا ذخیرہ کتب احادیث سے فراہم کرنے میں کامیابی حاصل کی، وہ اس کی دقتوں کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ارباب سیر سے ایک بڑی غلطی یہ ہوئی کہ وہ واقعات کو کتب حدیث میں ان موقعوں پر ڈھونڈتے ہیں جہاں عنوان اور مضمون کے لحاظ سے اس کو درج ہونا چاہئے، اور جب ان کو ان موقعوں پر کوئی روایت نہیں ملتی تو کم درجہ کی روایتوں کو لے لیتے ہیں لیکن کتب حدیث میں ہر قسم کے نہایت

تفصیلی واقعات ضمنی موقعوں پر روایت میں آ جاتے ہیں، اس لئے اگر عام استقرا اور تفحص سے کام لیا جائے تو اہم واقعات میں خود صحاح ستہ کی روایتیں مل جاتی ہیں ہماری اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہی ہے کہ اکثر تفصیلی واقعات ہم نے حدیث ہی کی کتابوں سے ڈھونڈ کر مہیا کئے جو اہل سیر کی نظر سے بالکل اوجھل رہ گئے تھے (۱۴)

۴۔ **روایت کے پہلو در پہلو درایت پر نظر:** مولانا شبلی نے مقدمہ سیرت میں جہاں کتب حدیث کے واقعات کو سیرت کی روایتوں کے مقابلے میں زیادہ مستند اور قابل ترجیح قرار دیا ہے، وہیں انہوں نے از روئے روایت بعض روایتوں کو نظر انداز بھی کیا ہے۔ کیونکہ محدثین نے اپنے مجموعوں میں صحت کا یقینا خاص التزام کیا ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کتب حدیث کی ہر روایت یکساں درجہ کی ہے اور اس کی کسی روایت پر بحث و تحقیق کی گنجائش ہی نہیں ہے، چنانچہ مولانا شبلی نے روایت کے پہلو بہ پہلو درایت کو بھی مدنظر رکھا ہے اور کسی روایت کو بلا بحث و تمحیص اختیار کرنے کو انہوں نے رواۃ پرستی سے تعبیر کیا ہے (۱۵)

ذیل میں اس نوع کی چند روایتوں کی وضاحت کی جاتی ہے، جس سے مولانا شبلی کے روایتی طریقہ کار کا اندازہ ہوگا:

ام المومنین حضرت جویریہ کا ایک واقعہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے، اور یہ روایت ابن ہشام اور امام ابوداؤد نے بھی نقل کی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

ام المومنین حضرت جویریہؓ بنو مصطلق کے سردار حارث ابن ابی ضرار کی بیٹی تھیں، ان کے شوہر غزوہ بنو مصطلق میں مارے گئے اور یہ دوسرے قیدیوں کے ہمراہ گرفتار ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں، تقسیم غنائم کے بعد حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے حضرت ثابتؓ سے اپنی آزادی کیلئے کچھ رقم طے کر لی جسے اصطلاح میں مکاتبت کہتے ہیں۔ پھر رقم کی فراہمی کے سلسلہ میں وہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس وقت حضرت عائشہ بھی آپؐ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، ان کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ جویریہ صاحب جمال اور دلکش شکل وصورت کی مالک ہیں، اس لئے مجھے ان کا آپؐ کے پاس آنا ناگوار ہوا مبادا آپ بھی ان کے حسن و جمال سے متاثر ہو جائیں، بہر حال جب انہوں نے آپؐ سے اپنی آزادی کے لئے مالی تعاون کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تمہارے ساتھ اس سے اچھا برتاؤ کیا جائے تو

کیا تم قبول کرو گی؟ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا میں تمہاری طرف سے رقم ادا کروں گا اور تمہیں اپنی زوجیت میں لے لوں، حضرت جویریہؓ نے اسے منظور کیا اور ازواج مطہراتؓ میں شامل ہو گئیں

مذکورہ بالا روایات میں حضرت عائشہؓ کے دل میں حضور کی نسبت جس خیال کے آنے اور جس کے درست ہونے کا ذکر ہے، اس کی قباحت بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا شبلی نے اس روایت کو سیرۃ النبیؐ میں نقل کرنے کے باوجود اس کو ماخذ قرار دینے کے بجائے ایک دوسری روایت اختیار کی ہے جس میں سوئے ظن کا پہلو نہیں ہے۔ اور اس روایت کو نظر انداز کرنے کا سبب یہی رہا ہے کہ وہ حضور اکرمؐ کی طرف کسی ایسے خیال کی نسبت بھی صحیح نہیں سمجھتے جو شان نبوت کے منافی ہو اور جس سے آپؐ کے معیار اخلاق پر دھبہ آ جائے۔

اسی طرح غزوہ خیبر کے ذکر میں کنانہ بن ابی الحقیق کے بارے میں مولانا شبلیؒ نے ''سیرۃ النبیؐ'' میں لکھا ہے کہ:

خیبر کے واقعات میں ارباب سیر نے ایک سخت غلط روایت نقل کی ہے، اور اکثر کتابوں میں منقول ہو کو متداول ہو گئی ہے، یعنی یہ کہ اول آپ کو اس شرط پر امان عام دیا تھا کہ کوئی چیز نہ چھپائیں جب کنانہ بن ابی الحقیق نے خزانہ بتانے سے انکار کیا تو آپؐ نے حضرت زبیر کو حکم دیا کہ سختی کر کے اس سے خزانے کا پتہ لگائیں، حضرت زبیر چقماق جلا کر اس کے سینے کو داغتے تھے، یہاں تک کہ اس کی جان نکلنے کے قریب ہو گئی

یہ روایت گو متصل اور صحیح ہے اور حدیث کی متعدد کتابوں میں منقول ہے، مگر مولانا شبلی نے از روئے درایت اس کو غلط قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

کسی شخص پر خزانہ بتانے کیلئے اس قدر سختی کرنا کہ اس کے سینے پر چقماق سے آگ جھاڑی جائے، رحمتہ للعالمین کی شان اس سے بہت ارفع ہے، وہی شخص جو اپنے زہر دینے والے سے مطلق تعرض نہیں کرتا کیا چند سکوں کیلئے کسی کو آگ سے جلانے کا حکم دے سکتا ہے؟(١٦)

کنانہ ہی کے واقع میں مولانا شبلی نے ایک اور متصل روایت پر نقد و تبصرہ کیا ہے

اضافہ کا پہلا قدم یہ ہے کہ ابن سعد نے بکر بن عبد الرحمٰن سے جو روایت متصل نقل کی ہے، اس میں کنانہ کے ساتھ اس کے بھائی کا بھی نام بڑھا دیا ہے، یعنی دونوں قتل کئے گئے۔

اس روایت کو مولانا شبلی نے خود متصل بتایا ہے مگر اس کے باوجود اس کو اختیار کرنا تو درکنار اس کی تردید کی ہے، کیونکہ اول تو اس روایت کے خلاف ان کے پیش نظر مضبوط دلائل تھے جن کو انہوں نے ''سیرۃ النبیؐ'' میں نقل کیا ہے، دوسرے اس روایت کا مضمون درست نہیں ہے، ذیل میں اس روایت کے مباحث کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔حضورؐ نے کنانہ اور اس کے بھائی سے کہا کہ اگر تم دونوں نے کوئی چیز چھپائی جس کا علم مجھ کو بعد کو ہوا تو دونوں کا خون حلال ہوگا اور آل واولاد لونڈی غلام بنا لئے جائیں گے

۲۔خزانہ مل جانے کے بعد اسی کے چھپانے کے جرم میں دونوں قتل کئے گئے

۳۔اس کے بعد آپؐ نے ایک آدمی کو بھیجا جو صفیہ (زوجہ کنانہ) کو لے کر آیا

۴۔صفیہ کو اس آدمی نے (ظاہر ہے کوئی صحابی ہی رہے ہوں گے) ان دونوں کی لاشوں کے پاس سے گزارا۔

۵۔حضورؐ نے دریافت کیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میں اسے طیش دلانا چاہتا ہے۔

ظاہر ہے کہ معلم اخلاق ﷺ کی یہ عملی تصویر نہیں ہوسکتی اس لئے مولانا شبلی نے اس روایت کو رد کردیا ہے۔حضور اکرمؐ پر پہلی وحی نازل ہونے کا مفصل واقعہ جس میں فرشتہ غیب کا نظر آنا، اس کو دیکھ کر آپؐ کا خوف زدہ ہوجانا، حضرت خدیجہؓ کا آپؐ کو تسلی دینا اور ورقہ بن نوفل کے پاس لے جانا وغیرہ مذکور ہے، صحیح بخاری کے دو ابواب میں ہے، باب بدؤ الوحی میں یہ واقعہ اسی قدر ہے، البتہ باب التعبیر میں اس کے بعد یہ اضافہ بھی ہے کہ:

چند روز تک جب وحی رک گئی تو آنحضرتؐ پہاڑ پر چڑھ جاتے تھے کہ اپنے آپ کو گرادیں، دفعتاً حضرت جبریل نظر آتے تھے اور کہتے تھے ''اے محمدؐ تم واقعی خدا کے پیغمبر ہو'' لیکن جب پھر وحی کچھ دنوں کے لئے رک جاتی تھی تو پھر آپؐ کسی پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرادینا چاہتے تھے اور پھر حضرت جبریلؑ آپ کو تسکین دیتے کہ ''آپؐ واقعی خدا کے پیغمبر ہیں''

صحیح بخاری میں باب التعبیر کے اس اضافہ کو مولانا شبلی نے از روئے روایت منقطع بتایا ہے، اور درایتاً اس پر یہ اشکال کیا ہے کہ اس کے سیاق سے یہ لازم آتا ہے کہ حضور اکرمؐ کو ابتدائے وحی میں اپنی نبوت پر شک تھا جو صحیح نہیں کیونکہ انبیاء کو اول روز سے اپنی نبوت پر یقین کامل حاصل ہوتا ہے

۵۔ انشاء پردازی:

اردو ادب کے عناصر خمسہ میں صرف مولانا شبلی کو سیرت طیبہ لکھنے کا شرف حاصل ہوا، اس مقدس اور برگزیدہ ذات گرامی سے مولانا کی حد درجہ محبت اور غایت تعلق نے ''سیرۃ النبیؐ'' کو ادب وانشاء کا چمنستان اور اردو ادب عالیہ کا شہ پارہ بنا دیا ہے، اس کتاب کے سرنامہ اور ظہور قدسی کی عبارتوں پر الہام کا شبہ ہوتا ہے، ذیل میں چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جن سے مولانا کے قلم کی سحر طرازی اور بہار آفرینی کا اندازہ ہوگا خانہ کعبہ کی تعمیر کے باب میں رقمطراز ہیں

دنیا میں ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی، ایران، ہند، مصر، یورپ میں عالمگیر اندھیرا تھا، قبول حق ایک طرف، اس وسیع خطہ خاک میں گز بھر زمین نہیں ملتی تھی جہاں کوئی شخص خالص خدائے واحد کا نام لے سکتا تھا، حضرت ابراہیم نے جب کلدان میں یہ صدا بلند کرنی چاہی تو آگ کے شعلوں سے کام پڑا، مصر آئے ناموس کو خطرہ کا سامنا ہوا، فلسطین پہنچے تو کسی نے بات تک نہ پوچھی۔ خدا کا جہاں نام لیتے تھے شرک اور بت پرستی کے غلغلے میں آواز دب دب کر رہ جاتی تھی، معمورۂ عالم کے صفحے نقشہائے باطل سے ڈھک چکے تھے، اب ایک سادہ، بے رنگ ہر قسم کے نقش ونگار سے معرا ورق درکار تھا جس پر طغرائے حق لکھا جائے، یہ صرف حجاز کا صحرائے ویران تھا جو تمدن اور عمران کے داغ سے کبھی داغدار نہیں ہوا تھا۔ (۱۷)

حضرت ابراہیمؑ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیلؑ نے قربانی کی جو بے مثال یادگار قائم کی ہے، اس کی منظر کشی مولانا شبلی کے سحر بیاں قلم سے ملاحظہ ہو:

اب ایک طرف نود سالہ پیر ضعیف ہے، جس کو دعائے سحر کے بعد خاندان نبوت کا چشم وچراغ عطا ہوا تھا، جس کو وہ تمام دنیا سے محبوب رکھتا تھا، اب اسی محبوب کے قتل کیلئے اس کی آستینیں چڑھ چکی ہیں اور ہاتھ میں چھری ہے

دوسری طرف نوجوان بیٹا ہے جس نے بچپن سے آج تک باپ کی محبت آمیز نگاہوں کی گود میں پرورش پائی ہے، اور اب بات کا مہر پرور ہاتھ اس کا قاتل نظر آتا ہے، ملائکہ قدسی، فضائے آسمانی، عالم کائنات یہ حیرت انگیز تماشہ دیکھ رہے ہیں اور انگشت بدنداں ہیں کہ دفعتاً عالم قدس سے آواز آتی ہے:

ابراہیم تو نے خواب کو سچ کر دکھایا ،ہم نیک بندوں کو اسی طرح اچھا بدلہ دیا کرتے ہیں(صفت:۱۰۴۔۱۰۵)

طغیان باز بیں کہ جگر گوشہ خلیل
درزیر تیغ رفت وشہیدش نمی کنند

(۱۸)

غزوات کے ذکر میں مغازی کی داستانوں سے مستشرقین کی خاص دلچسپی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کیا عجیب بات ہے کہ ارباب سیر،مغازی کی داستان جس قدر درازنفسی اور بلند آہنگی سے بیان کرتے ہیں،یورپ اسی قدر اس کو زیادہ شوق سے جی لگا کر سنتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ داستاں اور پھیلتی جائے کیونکہ اسلام کے جوروستم کا جو مرقع آراستہ کرنا ہے اس کے نقش ونگار کے لئے لہو کے چند قطرے نہیں چشمائے خون درکار ہیں(۱۹)

یہ چند مثالیں محض نمونہ کے طور پر پیش کر دی گئی ہیں،مقصود تفصیل نہیں ہے،ورنہ ''سیرۃ النبیؐ'' از اول تا آخر مولانا کی انشاء پردازی اور ادبی لالہ زاری سے بھری ہوئی ہے

خوبی ہمیں کرشمہ وناز وخرام نیست
بسیار شیوہا است بتاں را کہ نام نیست

تحقیق وتلاش کی محنت: مذکورہ بالا خصوصیات پر مشتمل اس اہم کتاب کی تالیف کے دوران میں مولانا شبلی کو کیسی محنت اور عرق ریزی کرنی پڑی ہے اس کا کچھ اندازہ مولانا شیروانی کے نام ان کے درج ذیل مکاتیب سے کیا جا سکتا ہے۔ایک خط میں لکھتے ہیں:

سیرت کیلئے ایشیاٹک سوسائٹی میں بعض کتابیں دیکھنی ہے......سیرت کا مآخذ اصلی صرف تین کتابیں ہیں،ابن ہشام،ابن سعد،طبری،ان کے تمام رواۃ کا استقصاء کرکے ان کا اسماء الرجال تہذیب وغیرہ سے مرتب کرا رہا ہوں کہ روایتوں کے انتقاد میں آسانی ہو سید سلیمان یہ کام کررہے ہیں،اور وہ یہیں ہیں،خود الگ سیرت میں مشغول ہوں،انگریزی کتابوں کا ترجمہ بھی ہو رہا ہے(۲۰)

ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

پہلی جلد کا نصف حصہ گویا تیار ہے، ہر ہفتہ میں طبیعت دوتین روز ناساز ہوجاتی ہے، اس لئے ناغہ سے ہرج ہوتا ہے، بڑے بڑے معرکے طے ہوئے، اس فن کو نئے سرے سے مرتب کرنے کی ضرورت تھی، مجھ کو خود خیال نہ تھا کہ ایسی کامیابی ملے گی، لیکن قدر کون کرے گا، کوئی شخص پہلے طبری وابن اثیر کو چھان چکا ہو تب اندازہ کر سکتا ہے(۲۱)

''سیرۃ النبیؐ'' کی تالیف سے سلسلہ میں مولانا بمبئی میں مقیم تھے، اسی دوران میں مولانا ابوالکلام آزاد نے ان سے کلکتہ آنے کی فرمائش کی تو ان کو جواب میں لکھا کہ:

کلکتہ آنے کا سو سو بار جی چاہتا ہے، لیکن کیا کروں سیرت کے لئے کتابوں کی کئی الماریاں ساتھ رکھنی پڑتی ہیں، ان کو کہاں کہاں لئے پھروں، یہاں سورتی سے استعارۃً بھی کتابیں مل جاتی ہیں اس پر بھی بہت سی خریدنی پڑیں، ایک کافی ذخیرہ ساتھ آیا تھا، پھر بھی ہر قدم پر ضرورت پیش آتی ہے۔(۲۲)

مقدمہ سیرت کی الہلال میں اشاعت: ''سیرۃ النبیؐ'' کی پہلی جلد کا مسودہ کافی حد تک لکھا جاچکا تھا اور اس کی شہرت پورے ملک میں ہوچکی تھی، چنانچہ مولانا شبلی نے مقدمہ سیرۃ کے کچھ اجزاء الہلال میں چھاپنے کیلئے بھیجے تا کہ اہل علم اس کے بارے میں رائے ومشورہ دے سکیں، یہ اجزاء ''دیباچہ سیرت النبیؐ'' کے عنوان سے ۲۲ جنوری تا ۱۲ فروری ۱۹۱۳ کے شماروں میں بالترتیب چار قسطوں میں شائع ہوئے، اس کے آغاز میں مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک مفصل ادارتی نوٹ بھی تحریر کیا، جس میں اہل علم سے ہی درخواست کی کہ وہ بحث ومذاکرہ سے دریغ نہ کریں، چنانچہ الہلال میں ایک مراسلہ حکیم غلام غوث صاحب (بہاولپور)، کا بعنوان ''سیرۃ نبویؐ'' ۳۰ اپریل ۱۹۱۳ کے شمارہ میں طبع ہوا جس میں انہوں نے لکھا کہ:

''ہر طرف سے سیرۃ شبلی کی طرف آنکھ لگی ہوئی ہے، اس شوق وشغف کو دیکھ کر یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ یہ کتاب نہیں بلکہ ایک معجون اسلامی ہے جس سے حرارت دینی کا ارتعاش ہوجائے گا''(۲۳)

دیباچہ سے متعلق ایک دوسرا مراسلہ ''سیرۃ نبویؐ اور نقد روایات وآثار'' کے عنوان سے مولوی محمد اسحاق صاحب، مدرس مدرسہ عالیہ، کلکتہ کا ۲۱ و ۲۸ مئی ۱۹۱۳ء کے الہلال کے شماروں میں شائع ہوا، جس میں انہوں نے ایک ضمنی امر کی جانب مولانا شبلی کی توجہ مبذول کرائی۔ اور یہ بات خاص طور پر

قابل ذکر ہے کہ مولانا شبلی نے وسیع النظری کا ثبوت دیتے ہوئے ''سیرۃ النبیؐ'' کے مسودہ میں ضروری ترمیم وتنسیخ کی۔

''سیرۃ النبیؐ'' کی اشاعت: ''سیرۃ النبیؐ '' کی اشاعت مولانا شبلی کی حیات میں نہ ہوسکی، یہ سہرا ان کے شاگرد رشید مولانا سید سلیمان ندویؒ کے سر ہے کہ انہوں نے ابتدائی دو جلدیں جو مولانا شبلی کے قلم سے ہیں، ان کو طبع کرایا اور بقیہ جلدیں خود لکھ کر اپنے استاذ کے مجوزہ خاکہ کی تکمیل کی۔ سید صاحب نے ''سیرت النبیؐ'' کی پہلی جلد کے دیباچہ میں حسرت سے لکھا ہے کہ

''مصنف اپنی چار سال کی جانکاہ محنت کا ثمرہ خود اپنے ہاتھ سے قوم کی نذر نہ کرسکا، اور عقیدت کے جو پھول سینکڑوں چمن کدوں سے چن کر اس کے ہاتھ آئے تھے ان کو آستانہ نبوت پر وہ خود نہ چڑھا سکا'' (۲۴)

سید صاحب نے اپنے استاذ کے احترام میں ''سیرۃ النبیؐ '' کے مسودہ کو جوں کا توں شائع کیا، البتہ اس میں جابجا حسب ضرورت مناسب اضافے کئے، مگر اس میں حد ادب ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی عبارت قوسین میں درج کی اور یہ اضافے بھی اصل تصنیف ہی کا گویا حصہ ہیں

خاتمہ: مولانا شبلی نے ''سیرۃ النبیؐ'' کی تالیف جس حوصلہ اور جوش سے کی ہے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ زمانہ تالیف میں ایک ناخوشگوار واقعہ سے متاثر ہوکر انہوں نے منشی محمد امین زبیری کے نام ایک خط میں لکھا تھا:

ہر حالت میں کام جاری رکھوں گا، اور اگر مر نہ گیا اور ایک آنکھ بھی سلامت رہی تو انشاء اللہ دنیا کو ایسی کتاب دے جاؤں گا جس کی توقع کئی سو برسوں تک نہیں ہوسکتی (۲۵)

واقعہ یہ ہے کہ مولانا شبلی کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی اور اب تک ''سیرۃ النبیؐ'' کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ باوجودیکہ جس زمانہ میں انہوں نے یہ کتاب لکھی اس وقت حدیث وسیرت کے مجموعے آج کی طرح دستیاب نہیں تھے، اور خود مولانا شبلی کئی طرح کے علل وعوارض میں مبتلا تھے، بالآخر سیرت کی ناتمامی کا داغ اپنے سینہ پر لے کر دنیا سے رخصت ہوئے، مگر آج جب ان کی کتاب کی تالیف پر پون صدی سے زائد عرصہ گزر چکا ہے اور اس طویل مدت میں سیرت پر متعدد کتابیں شائع ہوچکی ہیں اس کے باوجود اہل علم کا یہ متفقہ اعتراف ہے کہ دنیا کی کسی زبان میں ''سیرۃ النبیؐ'' کی نظیر اور اسکی ہم پایہ کتاب نہیں لکھی جاسکی ہے۔

اب تک ہوائے نجد جنوں خیز ہے مگر
مجنوں سا کوئی جوہر قابل نہیں رہا

حواشی وحوالہ جات

۱۔دیباچہ ''محمدؐ بحوالہ سیرۃ النبیؐ،ص/۹۲
۲۔مقدمہ حیات شبلی،ص/۲۵
۳۔سیرۃ النبیؐ،مقدمہ ص/۵۔۶
۴۔ایضاً مقدمہ ص/۷
۵۔سیرۃ النبیؐ،مقدمہ ص/۲۲
۶۔ایضاً مقدمہ ص/۶
۷۔سیرۃ النبی،مقدمہ،ص/۵۹۔۵۰
۸۔سیرۃ النبی حاشیہ ص/۱۱
۹۔سیرۃ النبی جلد/۱،ص/۵۵۹
۱۰۔ایضاً مقدمہ ص/۸۴
۱۱۔ایضاً ص/۷۔۹
۱۲۔سیرۃ النبی،جلد/۱،ص/۱۰۰
۱۳۔ایضاً،۸۳۔۸۴
۱۴۔سیرۃ النبی،جلد اول ص/۵۳۔۵۴
۱۵۔سیرۃ النبی جلد/۱ص/۱۸۱
۱۶۔سیرۃ النبی جلد/۱،ص/۴۹۵
۱۸۔ایضاً مقدمہ،/ ۱۵۸،۱۵۹
۱۹۔سیرۃ النبیؐ جلد اول ص/۳۰۶
۲۰۔مکاتیب شبلی،حصہ اول،ص۲۰۰،۲۰۱
۲۱۔ایضاً ص/۲۰۵
۲۲۔ایضاً ص/۲۸۴
۲۳۔الہلال مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۱۳،ص/۱۰
۲۴۔دیباچہ طبع/اول،ص/۸
۲۵۔مکاتیب شبلی،حصہ/اول،ص/۲۴۲

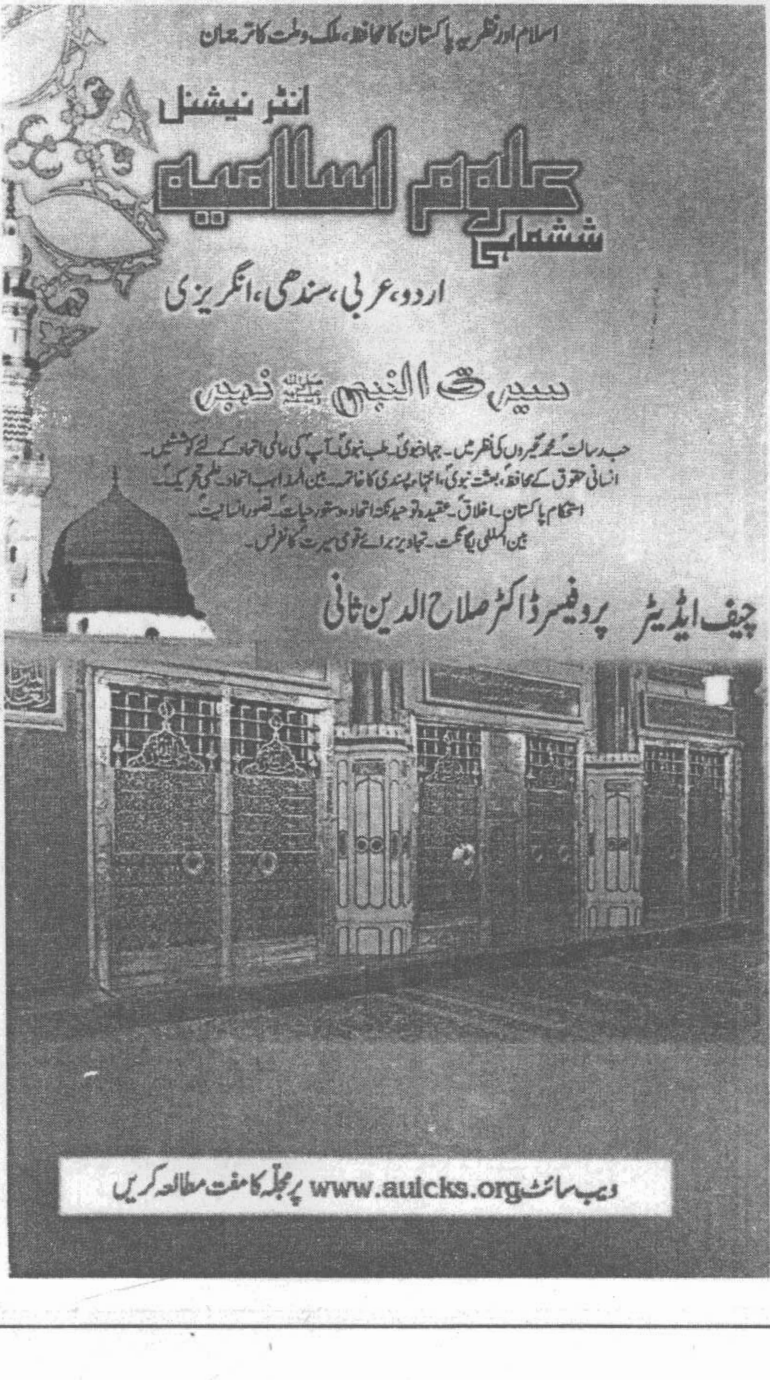
اسلام اور نظریہ پاکستان کا محافظ، ملک وملت کا ترجمان
انٹر نیشنل
ششماہی علوم اسلامیہ
اردو، عربی، سندھی، انگریزی
سیرۃ النبی ﷺ نمبر
حب رسالت۔ محمد ﷺ غیروں کی نظر میں۔ جہاد نبویﷺ۔ طب نبویﷺ۔ آپ ﷺ کی عالمی اتحاد کے لیے کوششیں۔
انسانی حقوق کے محافظ ﷺ، بعثت نبویﷺ، انتہاء پسندی کا خاتمہ۔ بین المذاہب اتحاد۔ ملی تحریک۔
استحکام پاکستان۔ اخلاقﷺ۔ عقیدہ توحید نکتہ اتحاد و دستور حیات۔ تصور انسانیت۔
بین المسلمین یگانگت۔ تجاویز برائے قومی سیرت کانفرنس۔
چیف ایڈیٹر پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی
ویب سائٹ www.auicks.org پر مجلہ کا مفت مطالعہ کریں